OPEN ACCESS
Al-Tansheet
﴾Journal of Islamic Studies﴿
ISSN (print): 2959-4367
ISSN (online): 2959-1473
www.altansheet.com

Al-Tansheet
Vol.:2, Issue: 1, July -Dec 2023 PP: 144-156

موانعِ قصاص سے متعلق ائمہ اربعہ کے فقہی دلائل کا تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ

A research and analytical study of the jurisprudential arguments of Imāms Arba'ah regarding the obstacles of retribution

Published:
30-12-2023
Accepted:
20-12-2023
Received:
15-11-2023

Altafur Rahman
Phd Scholar, Department of Usooluddin, University of Karachi
Email: altafakhon1@gmail.com

Shahid Ur Rahman
Phd Scholar, Department of Usooluddin, University of Karachi
Email: Shahidhafiz663@gmail.com

Dr. Ali Ur Rehman
Phd University of Peshawar / S.T.T Elementary and Secondary Education Peshawar
Email: qaziali477@gmail.com

Abstract

According to Shari'ah, the punishment of Qisas is required for committing the crime of premeditated murder, and in Qisas, the criminal is repaid according to his actions and he is killed for murder. In the implementation of this punishment, it is equal If the crime of murder has been committed with a premeditated intention and ambush, or if there is no such thing in advance, the punishment for premeditated murder is retaliatory killing. Qisas punishment will only be issued unless there is a prohibition (Shari'a) that hinders the execution of the order, then taking Qisas will be prohibited. Rather, there is a difference between them. There are some reasons which have been adopted by most of the jurists and some which have been adopted by a few jurists. The statement of these reasons should be presented in detail. Will.According to Shari'ah, the punishment of Qisas is required for committing the crime of premeditated murder, and in Qisas, the criminal is repaid according to his actions and he is killed for murder. In the implementation of this punishment, it is equal If the crime of murder has been committed with a premeditated intention and ambush, or if there is no such thing in advance, the punishment for premeditated murder is retaliatory killing. Qisas punishment will only be issued unless there is a prohibition (Shari'a) that hinders the execution of the order, then taking Qisas will be prohibited. Rather, there is a difference between them. There are some reasons which have been adopted by most of the jurists and some which have been adopted by a few jurists. The statement of these reasons should be presented in detail.

Keywords: *jurisprudential arguments, Imāms Arba'ah, Shari'a.*

تمہید

از روئے شریعت قتلِ عمد کے جُرم کے ارتکاب پر سزائے قصاص لازم آتی ہےاور قصاص میں مجرم کو اس کے فعل کے مثل بدلہ دیا جاتا ہے اور اس کو قتل کے بدلے میں قتل کیا جاتا ہے۔اس سزا کے نفاذ میں یہ امر برابر ہے کہ قتل کے جُرم کا ارتکاب پہلے سے کوئی ارادہ کرکے اور گھات لگاکے کیاگیا ہو، یااس قسم کی کوئی بات پہلے سے موجود نہ ہو، ہر حالت میں قتلِ عمد کی سزا قصاصاً قتل کردینا ہے،ظاہر ہے کہ ارکانِ جرم مکمل ہونے کی صورت میں سزائے قصاص ہی جاری کی جائے گی سوائے اس کے کوئی ایسا مانع (شرعی) موجود ہو جو حکم کے اجراء میں رکاوٹ بنے، تو اس وقت قصاص لینا ممتنع بن جائے گا۔قصاص کے اجراء مانع بننے والے اسباب فقہاء کے نزدیک متفق علیہ نہیں ہیں بلکہ ان میں اختلاف ہے کچھ اسباب تو ایسے ہیں کہ جنہیں بیشتر فقہاء نے اختیار کیا ہے اور بعض ایسے ہیں جن کو چند فقہاء نے اختیار کیا ہے ان اسباب کا بیان ائمہ اربعہ کے فقہی اختلافات اور قصاص کے موانع تفصیل کے ساتھ پیش کیا جائے گا۔

مقتول قاتل کا جز ہو:

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ،امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ اگر مقتول قاتل کا جز یعنی مقتول کا قاتل کا بیٹا ہو تو قصاص کا حکم ممتنع ہوجائے گا۔ایک تو قرآنِ کریم کی اس آیت سے اشارہ مل رہا ہے کہ:

" فَلا تَقُل لَهُما أُفٍّ وَلا تَنهَرهُما وَقُل لَهُما قَولًا كَريمًا وَاخفِض لَهُما جَناحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحمَةِ"[1]

انہیں اُف تک نہ کہو اور نہ ہی انہیں ڈانٹ ڈپٹ کرو اور ان کے ساتھ ادب واحترام سے بات کرو،اور عاجزی اور محبت کے ساتھ ،اور ان کے سامنے تواضع کے بازو پست کرو۔

جب انہیں جھڑکنا اور اُف تک کہنا منع ہے تو یہ کس طرح جائز ہوسکتا ہے کہ انہیں قصاص میں قتل کردیا جائے۔حدیثِ مبارکہ میں بھی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"لا یقتل بالولد الوالد"[2]

باپ کو اس کے بیٹے کے بدلے میں قصاص میں قتل نہیں کیا جائے گا۔

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ:

"انت ومالک لابیک"[3]

تم اور تمہارا مال تمھارے باپ کی ملکیت ہیں۔

مذکورہ آحادیث میں پہلی حدیث تو منعِ قصاص میں واضح ہے۔دوسری حدیث اگرچہ منعِ قصاص میں واضح نہیں ہے مگر اس کی عبارت بھی مانع ہے کیونکہ باپ کا اپنے بیٹے کا مالک ہونا اگرچہ حقیقی ملکیّت کو ثابت نہیں کرتا لیکن قصاص کو ثابت کرنے والا شبہ ضرور ہے۔اس موضوع سے متعلق ایک اور حدیث کہ جس راوی عمرو بن احوص رضی اللہ عنہ ہے وہ فرماتے ہیں کہ:

"سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول فی حجۃ الوداع:الا لا یجنیٰ جان اِلا علیٰ نفسہ لا یجنی والد علیٰ ولدہ،ولا مولود علیٰ والدہ"[4]

لفظِ والد اور ولد کے الفساظ کے ذیل میں اوپر اور نیچے تک تمام آفراد داخل ہیں چنانچہ والد کے لفظ میں باپ، دادا اور نانا

وغیرہ شامل ہیں، اور ولد کے لفظ میں ولد اور پوتا اور پڑپوتا وغیرہ شامل ہیں۔

اس امر کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ ابنِ قدامہ رحمہ اللہ لکھاہے کہ:

”ویدخل تحت الولد والولد الجد أب الأب والجد أب الأم وإن علا۔ویدخل تحت الولد ولد الوالد وإن سفلواوحکم الأم هو حکم الأب فإذاقتلت الأم ولدها فلا یقتص منها لأن النص جاء بلفظ الوالد وهی احد الوالدین فاستوت فی الحکم معالأب فضلاً عن انها اولیٰ بالبر فکانت اولیٰ بنفی القصاص عنها والاهإد “۔[5]

ولد اور والد کے ذیل میں اوپر تک اور نیچے تک تمام آفراد داخل ہیں چنانچہ والد کے لفظ میں باپ دادا اور نانا وغیرہ شامل ہیں۔ والدہ کا حکم بھی والد کی طرح ہے، چنانچہ اگر ماں نے اپنے بیٹے کو قتل کر دیا تو اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا، کیونکہ نص میں والد کا لفظ ہے جو دو والدین میں سے ایک ہے،اس لئے ماں حکم میں والد کے برابر ہے،مزید یہ کہ ماں میں نرمی و شفقت باپ سے زیادہ ہوتی ہے اس لئے اس سے قصاص کی نفی زیادہ مناسب ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ کی رائے: امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ماں کو بیٹے کے قصاص میں قتل کیا جائے گا المغنی کی عبارت ہے کہ:

”قتل الأم بولدها ویعلل هذا الرأی بأن الولایة لا دخل لها فی منع القصاص بدلیل أن الأب لا یقتص منه إذا قتل ولده الکبیر مع أنه لا ولایة له علیٰ ولده“ “[6]

ماں کو بیٹے کے قصاص میں قتل کیا جائے گا اور وجہ اس رائے کی یہ ہے کہ ماں کو بیٹے پر کوئی ولایت حاصل نہیں ہے،اس توجیہ کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ منعِ قصاص میں ولایت کو کوئی دخل نہیں کیونکہ اگر باپ کو اس کے بڑے بالغ لڑکے نے قتل کیا تو بھی باپ کو قصاصاً قتل نہیں کیا جائے گا حالانکہ اب بیٹے پر اس کی وِلایت موجود بھی نہیں ہے۔

باپ سے بیٹے کا قصاص لینا بہر صورت ممنوع ہے،خواہ باپ باعتبار مذہب اور آزادی بیٹے کی طرح ہو یا مختلف ہو کیونکہ نفی قصاص کی وجہ سے احترم اُبوّہ ہے جو ہر حال میں موجود ہے۔اس لئے اگر کافر باپ مسلمان بیٹے کو اور غلام باپ آزاد بیٹے کو قتل کر دے تو قصاص نہیں لیا جائے گا۔اور قصاص نہ لینے کی وجہ یہاں پر باپ ہونے کا احترام ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ کی رائے: امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر باپ کا ارادہ قتل کا ہو تو یقینی طور پر باپ سے قصاص لیا جائے گا۔اس کی تفصیل الشرح الکبیر میں موجود ہے کہ:

”قتل الوالد بولده کلما انتفت الشبهة فی انه أراد تأدیبه أو کلما ثبت ثبوتاً قاطعاً أنه أراد قتله،فلو اضجعه فذبحه او شق بطنه أو قطع اعضاءه،فقد تحقق أنه أراد قتله،وانتفت شبة أنه أراد من الفعل تادیبه،ومن ثم یقتل به،أما إذا ضربه به مؤدباً أو حانقاً ولو بسیف أؤ حذقه بحدیدة أؤ ما اشبه فقتله فلا یقتص منه،لأن شفقة الوالد علیٰ ولده وطبیعة حبه له تدعو دائماً إلیٰ الشک فی أنه قصد قتله وهذا الشک یکفی لدرء الحد عنه فلا یقبض منه،وانما علیه دیة مغلظة“[7]۔

اگر باپ نے تادیباً نہیں مارا ہے اور ارادتاً قتل کیا ہے تو باپ سے قصاص لیا جائے گا۔چنانچہ اگر باپ نے بیٹے کو لٹا کر ذبح کر دیا، یا پیٹ چاک کر دیا، یا اعضاء قطع کر دیا تو یہ امر ثابت ہوگا کہ اس نے قتل کا ارادہ کیا ہے اور تادیباً قتل کرنے کا

شبہ باقی نہیں رہا ہے۔اس لئے اسے قصاصاً قتل کردیا جائے گا لیکن اگر باپ نے بیٹے کو بطور تادیب یا غصے کی حالت میں خواہ تلوار ہی ست مارا ہو اور خواہ لوہے سریا مارا ہو جس سے وہ مرگیا تو اس صورت میں قصاص نہیں ہے۔ کیونکہ باپ کی اپنے بیٹے سے شفقت و محبت ہمیشہ اس کے ارادہ قتل میں شبہ پیدا کرتی ہے اور یہ شبہ اسقاطِ حد کے لئے کافی ہے۔اس لئے اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔البتہ دیتِ مغلظہ لازم آئے گی۔

شوہر کا اپنی بیوی کو قتل کرنا:

جمہور فقہاء کے نزدیک شوہر و بیوی دو علیحدہ مستقل افراد ہیں۔اور ان میں سے ہر ایک کو دوسرے کے قتل پر قتل کیا جائے گا۔امام شافعی رحمہ اللہ،امام مالک رحمہ اللہ اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ یہ شرط عائد کرتے ہیں کہ مجنیٰ علیہ مجرم کے ہمسر EQUAL ہو اور اگر مجنیٰ علیہ مجرم کا ہمسر نہیں ہے تو قصاص کا فیصلہ ممتنع ہو جائے گا. مرد کے بدلے مرد اور عورت کے بدلے عورت کے قصاص کے بارے میں فقہاء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ فرمانِ الٰہی ہے: ”الحر بالحر والعبد بالعبد والانثیٰ بالانثیٰ “[8] آزاد آدمی نے قتل کیا ہو تو اس آزادی ہی سے بدلہ لیا جائے گا غلام قاتل ہو تو وہ غلام ہی قتل کیا جائے گا اور عورت اس جرم کی مرتکب ہو تو اس عورت ہی سے قصاص لیا جائے گا۔

البتہ اس آیت کی تعبیر میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے۔چنانچہ بعض فقہاء کی رائے یہ ہے کہ آیتِ مذکورہ میں ایک ہی نوع کا حکم ہے۔یعنی ایک نوع اپنی ہی نوع کے فرد کو قتل کرے تو قصاص ہے لیکن اگر ایک نوع دوسری نوع کے فرد کو قتل کرے تو آیت میں اس کا ذکر نہیں ہے اور اس صورت میں فقہاء کی دو آراء ہیں۔

پہلی رائے: حضرت علیؓ بن ابی طالب سے منقول ہے المغنی میں ہے کہ:

”بان الرجل يقتل بالمرأة ويعطى أولياءه نصف الدية وحجة هذا لفريق أن النص لم يتعرض اِلا لحكم النوع اِذا قتل نوعه۔واِن دية المرأة نصف ديت الرجل،فاذا قتل بها بقى له بقية فيستوفى ممن قتله و أخذ“۔[9]

کہ مرد کو عورت کے قتل میں قتل تو کیا جائے گا مگر اس کے اولیاء کو نصف دیے دلائی جائے گی کیونکہ نص اس صورت کا حکم مذکور نہیں ہے۔چونکہ عورت کی دیت مرد کے نصف ہے اس لئے جب مرد کو عورت کے قصاص میں قتل کیا جائے گا تو اس کا بقیہ رہ ائے گا جو اس کے قتل کرنے والوں سے وصول کیا جائے گا۔اور اگر وہ چاہیں تو اسے زندہ رہنے دیں اور عورت کی دیت لے لیں۔ اور اگر کوئی عورت مرد کو قتل کردے تو مرد کے اولیاء اگر اسے قصاصاً قتل کرنا چاہیں تو وہ اسے قصاصاً قتل کریں گے اور نصف دیت لے لیں گے۔یا اپنے آدمی کی دیت لے کر اسے زندہ رہنے دیں گے۔

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ:

”اِن أبا عمر علق على هذا الرأى بقوله:اِذا كانتِ المرأة لا تكافى الرجل،ولا تدخل تحت قول النبى:المسلم تتكافأ دماءهم۔فلم قتل الرجل بها وهى لا تكافئة؟ وكيف تؤخذ نصف الدية مع قتل وفد أجمع العلماء على ان الدية لا تجتمع مع القصاص؟وأن قبول الدية يحرم دم القاتل ويمنع

القصاص"۔[10]

اس رائے پر ابو عمر نے یہ تنقید کی ہے کہ اگر عورت مرد کے برابر نہیں ہے اور نبی کے اس فرمان کے تحت داخل نہیں ہے کہ "تمام مسلمانوں کے خون برابر ہیں" تو مرد کو اس کے قتل کے عوض کیوں قتل کیا جاتا ہے جب کہ عورت مرد کے برابر نہیں ہے؟ اور قصاص کے ساتھ نصف دیت کیسے لی جا سکتی ہے؟ جبکہ دیت کی قبولیت سے دمِ قاتل حرام اور قصاص ممتنع ہو جاتا ہے۔

آزادی:

ائمہ ثلاثہ رحمھم اللہ کی رائے یہ ہے کہ:

"أن الحر لا يقتل بالعبد ـلما روى عن رسول اللہ وصلى اللى عليه وسلم من انه قال"من السنة أن لا يقتل حر بعبد"او کما یروى عن ابن عباس"لا يقتل حر بعبد"ويرون أن العبد منقوص بالرق فلا يكافىء الحر ـوالمكافاة بالحرية شرط عندهم فى المجنىٰ عليه لا فى الجانى،واذا كان المجنىٰ عليه حراً والجانى عبداً اقتص من الجانى،واذا كان المجنىٰ عليه عبداً والجانى حراًلم يقتص من الجانى"۔[11]

آزاد کو غلام کے بدلے میں قتل نہیں کیا جائے گا کیونکہ ارشادِ نبوت ہے کہ "سنت یہ ہے کہ آزاد کو غلام کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا" یا جیسا کہ ابنِ عباسؓ سے مروی ہے کہ "آزاد غلام کے قصاص میں قتل نہیں کیا جائے گا۔

امام ابو حنیفہؒ کی رائے یہ ہے کہ:

"أن لا يقتل السيد بعبد فاذا كان القتيل مملو كا للقاتل أو كان للقاتل فيه شبهة الملک،امتنع القصاص من القاتل لقوله ﷺ لا يقاد الوالد بولده ولا السيد بعبده"۔[12]

آزاد مالک اپنے ہی غلام کے قتل کے قصاص میں قتل نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ غلام اپنے مالک کی ملکیت ہے یا اس میں ملکیت کا شبہ ہے جو قصاص سے مانع ہے کیونکہ ارشادِ نبوت ہے کہ "باپ کا اپنے بیٹے کے قتل اور مالک کا اپنے غلام کے قتل میں قصاص نہیں لیا جائے گا" بعض فقہاء کی رائے یہ بھی ہے کہ مالک کو بھی اپنے غلام کے قتل کے قصاص میں قتل کیا جائے گا۔

چنانچہ امام نخعیؒ اور امام داود کی یہی رائے ہے کیونکہ ارشادِ نبوت ہے کہ:

"من قتل عبده قتلناه ومن جدعه جدعناه"[13]

جس نے اپنے غلام کو قتل کیا اس کو ہم قتل کریں گے اور جس نے اس کی ناک کاٹی ہم اس کی ناک کاٹیں گے۔

اسلام:

مسلمان کو غیر مسلم کے قصاص میں قتل کرنا: امام مالک رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

"أن المسلم لا يقتل بكافر أياً كان اِذا قتله،لأن الكافر لا يكافى ء المسلم،ولكن الكافر يقتل بالمسلم اِذا قتله،لان قتل الادنىٰ بالاعلىٰ ويرون تطبيق هذا الحكم على الذميين ولو أنهم يؤدون الجزية،و تجرى عليهم أحكام الاسلام ،وحجتهم،أن التكافؤ فى لاسلام شرط وجوب القصاص وأن الكفر نقصان،فاذا

وجد الکفر امتنعت المساواۃ،ویمتنع تتکافأ دماوھم و یسعیٰ بذمتھم أدناھم ولا یقتل مؤمن بکافر ولان فی عصمۃ الامی شبھۃ العدم لثبوتھا مع قیام المنافی وھو الکفر۔والاصل فی الکفر أنہ مبیح للدم"[14]

مسلمان کو کافر کے قصاص میں قتل نہیں کیا جائے گا، خواہ وہ کوئی بھی ہو کیونکہ کافر مسلمان کا ہمسر نہیں ہے لیکن کافر کو مسلمان کے قصاص میں قتل کیا جائے گا۔ یہ ائمہ کرام اس قاعدے کو ذمّیوں پر بھی منطبق کرتے ہیں اگرچہ وہ جزیہ ادا کرتے ہیں اور ان پر احکامِ اسلامی جاری ہوتے ہیں، ان کی دلیل یہ ہے کہ اسلام میں ہمسری قصاص کی شرط ہے، کفر چونکہ کمی اور نقصان ہے اور کفر کی موجودگی میں مساوات ختم ہو جائے گی اور قصاص ممتنع ہو جائے گا۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے مسلمانوں کے خون برابر ہیں، ان کے ذمہ کے پورا کرنے کی ان کا ادنی بھی سعی کرتا ہے اور مومن کو کافر کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جاتا" اور اس لئے بھی کہ ذمیّ کی عصمت (تحفظِ جانی) میں عدمِ ثبوت کا شبہ موجود ہے کیونکہ اس تحفظ کے منافی امر یعنی کفر موجود ہے۔ اور اصول یہ ہے کہ کفر کی موجودگی خون کو جائز کر دیتی ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی رائے: یہ ہے کہ مسلمان کو ذمیّ کے قصاص میں اور ذمیّ کو مسلمان کے قصاص میں قتل کیا جائے گا کیونکہ سزائے قصاص سے متعلق وارد ہونے والی نصوص عام ہیں۔ چنانچہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

"کتب علیکم القصاص فی القتلیٰ"۔[15]

تمھارے لئے قتل کے مقدموں میں قصاص کا حکم لکھ دیا گیا ہے۔

وکتبنا علیھم فیھا ان النفس بالنفس[16]

توراۃ میں ہم نے یہودیوں پر یہ حکم لکھ دیا تھا کہ جان کے بدلے جان مزید ارشاد فرمایا کہ:

ومن قتل مظلوماً فقد جعلنا لولیہ سلطانا"[17]

اور جو شخص مظلومانہ قتل کیا گیا ہو اس کے ولی کو ہم نے قصاص کے مطالبے کا حق عطا کیا ہے۔ اور یہ تمام نصوص عام ہیں اور مقتولوں میں باہم فرق نہیں کرتیں، اس لئے تخصیص و تقیید کا دعویٰ بلا دلیل ہے جبکہ حق تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ:

ولکم فی القصاص حیاۃ یا اولی الباب[18]

عقل و خرد رکھنے والے والو تمھارے لئے قصاص میں زندگی ہے۔

دار الحرب میں مسلمان کا قتل:

امام ابو حنیفہؒ کی رائے یہ ہے کہ:

"اِذا قتل مسلم حربیاً أسلم وبقی فی دار الحرب،فلا قصاص علی القاتل،لانہ واِن قتل مسلماً،اِلا أن المقتول من اھل دار الحرب،فکونہ من اھل دار الحرب یورث شبھۃ فی عصمتہ لانہ اِذا لم یھاجر اِلیٰ دار الاسلام فھو مکثر سواد الکفار،ومن کثر سواد قوم فھو منھم علی لسان الرسول،وھو وان لم یکن منھم دیناً فھو منھم دارا ،وھذا ھو الذی أورثہ الشبۃ،ولو کان مسلمین تاجرین أو أسیرین فی دار الحرب فقتل أحدھما صاحبہ فلا قصاص أیضاً للشبھۃ ولتعذر الاستیفاء"۔[19]

اگر مسلمان کسی حربی کو قتل کر دے جو اسلام تو لے آیا ہو مگر دار الحرب میں رہ رہا ہو تو قاتل پر قصاص نہیں ہے کیونکہ اگرچہ اس نے مسلمان کو قتل کیا ہے لیکن چونکہ اس کا تعلق دار الحرب سے ہے اس لئے اس کے تحفظ میں شبہ پیدا ہو گیا ،اس لئے اس نے دار الاسلام کی جانب ہجرت نہ کر کے کفار کی جماعت میں اضافہ کیا ہے اور فرمانِ نبوت ہے کہ جس نے کسی دوسری قوم کی جماعت میں اضافہ کیا وہ انہی میں سے ہے یہ مقتول اگرچہ مذہباً ان میں سے نہیں ہے لیکن بہر حال ان کے ملک کا باشندہ ہے اور شبہ کا باعث ہے اور اگر دو مسلمان تاجر ہو یا دو مسلمان دار الحرب میں اسیر ہو اور ان میں سے ایک دوسرے کو قتل کر دے تو قصاص نہیں ہے کیونکہ شبہ بھی موجود ہے اور قصاص لیا جانا متعذر ہے۔

ائمہ ثلاثہ رحمھم اللہ فرماتے ہیں :

"سواء كان القتل فی دار الحرب أو دار الاسلام،وسواء هاجر القتيل أم لم يهاجر"[20]

قصاص کا اجراء بہر صورت ہوگا خواہ قتل دار الحرب میں ہو یا دار الاسلام میں اور خواہ مقتول نے ہجرت کی ہو یا نہ کی ہو۔

تمالو (اتفاق) کی حالت میں اعانت :

مقتول کو قاتل کے لئے پکڑے رکھنا۔امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک تمالو کے معنی توافق کے ہیں جب کہ باقی ائمہ کے نزدیک توافق اجتماعی قتل ہے اور اس میں تمالو نہیں ہوتا بلکہ ان کے نزدیک تمالو وہ ہے کہ جس میں ارتکابِ جرم پر پہلے سے اتفاق کیا گیا ہو۔ان دونوں صورتوں میں فرق یہ ہے کہ حالتِ اتفاق میں تمام شریک جرم قاتل متصور ہونگے ،اگرچہ کسی ایک شریک کا اپنا فعل بذاتِ خود مار ڈالنے والا نہ ہو،بشرطیکہ موت ان تمام کے مجموعی افعال کا نتیجہ ہو،جب تمالو (توافق) کی صورت میں مباشر کو اسی وقت قاتل متصور کیا جائے گا۔

امام ابو حنیفہؒ،امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک قصاص صرف مباشر سے لیا جائے گا اور غیر مباشر کو تعزیری سزا دی جائے گی۔امام مالکؒ کی رائے یہ ہے کہ جو واردات قتل میں موجود ہو لیکن اس نے براہِ راست شرکت نہ کی ہو اور جس شخص نے اعانت کی ہو اسے بھی قتل کیا جائے گا۔[21]

امام احمدؒ کی رائے یہ ہے کہ پکڑنے والے کو تاحیات قید میں رکھا جائے گا۔اس لئے حضرت ابن عمر نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ "جس شخص نے دوسرے کو پکڑ لیا اور تیسرے شخص نے اسے قتل کر دی تو قاتل کو قتل کیا جائے اور پکڑنے والے مرنے تک قید میں رکھا جائے گا۔اور حضرت علیؓ نے قاتل کے قتل کا اور پکڑنے والے کو موت تک قید کرنے کا فیصلہ فرمایا تھا اور بعض فقہاء کی رائے یہ ہے کہ مدت حبس کا اندازہ ولی امر کی رائے پر موقوف ہے کیونکہ حبس تعزیر کی ایک قسم ہے حد نہیں ہے۔[22]

قتل کا حکم دینا:

"يفرق الفقهاء بين الامر بالقتل والكراهِ على القتل،ففى الامر بالقتل لا يكون المامور مكرهاً على اتيانِ الجريمة فياتيها مختاراً وِاذا كان قد امر باتيانهافان الامر ليس له اثر على اختياره وقد يكون الآمر ذا سلطان على الامور كالأب يامر ولده الصغير،والحاكم يامر من هو تحت اِمرته،وقد لا يكون له سلطان عليه،وفى هذه الحالة الاخيرة يكون الامر مجرد تحريض على اتيان الجريمة،ولكل حالة من هذه الحالات حكمها فاذا كان المامور غير مميز كصبى أو مجنون،فيرى مالک والشافعى واحمد القصاص

من الآمر لانه هو المتسبب فی القتل وإن کان المامور هو الذی باشره فما هو اِلا آلة للآمر یحرکها کیف شاء"[23]

فقہاء کرام قتل کا حکم دینے اور قتل پر مجبور کرنے کی دونوں صورتوں میں فرق کرتے ہیں۔ کیونکہ قتل کا حکم دینے میں مامور جرم کے ارتکاب پر مجبور نہیں ہوتا بلکہ اپنے اختیار وارادے سے ارتکاب کرتا ہے اور اگر حکم دینے والے نے جرم کے ارتکاب کا حکم دیا تو یہ حکم اس کے اختیار پر اثر انداز نہیں ہوتا کبھی آمر (حکم دینے والے کو) مامور پر اقتدار حاصل ہوتا ہے، جیسے باپ اپنے چھوٹے بیٹے کو حکم دے،اور حاکم اپنے محکوم کو حکم دے اور کبھی آمر کو مامور کو کوئی اقتدار نہیں ہوتا،اس دوسری صورت میں یہ حکم محض تحریض (اکسانے) کے درجے میں ہوگا اور تمام حالات میں علیحدہ علیحدہ حکم ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی رائے:

"ولا یریٰ ابو حنیفة القصاص من الآمر لانه تسبب فی القتل ولم یباشره،والتسبب عند ابی حنیفة لا قصاص فیه وإذا کان المامور بالغاً عاقلاً ولا سلطان للآمر علیه،فیریٰ مالک والشافعی و احمد القصاص من المامور،أما الآمر فعلیه التعزیر،ویریٰ مالک القصاص من الآمر ایضاً إذا حضر القتل،وهذا یتفق مع رایه فی التمالؤ،فاذا لم یحضره فعلیه التعزیر،وینبغی أن یلحق بحضورِ القتل الاعانة علیه،لان المعین مالک یقتص منه"[24]

امام ابو حنیفہؒ کی رائے یہ ہے کہ آمر پر قصاص نہیں ہے کیونکہ وہ قتل کا سبب بنا ہے اور اس نے براہِ راست قتل نہیں کیا ہے جب کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک قتلِ سبب پر قصاص نہیں ہے۔اگر مامور بالغ و عاقل ہو اور آمر کو اس پر کوئی اقتدار حاصل نہ ہو تو امام مالکؒ،امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کی رائے کے مطابق مامور سے قصاص لیا جائے گا اور آمر کو تعزیری سزا دی جائے گی اور امام مالکؒ نے نزدیک آمر اگر جائے قتل پر موجود ہو تو اس سے بھی قصاص لیا جائے گا اور یہ ان کی تمالو کے بارے میں رائے کے مطابق ہے،اور اگر آمر جائے وقوع پر موجود نہ ہو تو اس کو سزائے تعزیر دی جائے گی،جائے قتل پر موجودگی کے ساتھ اعانت قتل بھی ملحق ہونی چاہیے چونکہ امام مالکؒ کے نزدیک اعانت کرنے والے سے بھی قصاص لیا جائے گا۔

قتل پر مجبور کرنا

"أن القصاص واجب علی المکره والمکره معاً لأن الحامل أی المکره تسبب فی القتل بمعنی یفضی اِلیه غالباً ولان المباشر ای المکر قتل المجنیٰ علیه ظلماً لاستبقاه نفسه فاشبه ما إذا اضطر للاکل فقتله لیاکله والقول بأنه ملجأ غیر صحیح لأنه یستطیع أن یمتنع عن القتل ولکنه لم یفعل إبقاء علی نفسه"[25]۔

امام مالکؒ،امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کی رائے کے مطابق جبر کرنے والا اور مجبور دونوں پر قصاص لازم ہے،اس لئے کہ جبر کرنے والا قتل کا سبب بنا ہے اور مجبور نے براہ راست مجنیٰ علیہ کو ظلماً اپنی جان بچانے کے لئے قتل کیا ہے یہ

ایسا ہے جیسے وہ بھوک سے مضطر ہوگیا ہو اور اس نے اس کو کھانے کے لئے قتل کردیا ہو۔ مگر اس کو بالکلیہ مجبور قرار دے دینا درست نہیں ہے اس لئے کہ وہ قتل کرنے سے باز رہ سکتا تھا مگر اس نے اپنی جان بچانے کے لئے اُسے قتل کردیا۔

"وعند أبي حنيفة و محمد أن القصاص يجب على الحامل دون المباشر لقوله ﷺ رفع امتی الخطاء والنسيان وما استكر هوا عليه،وعفو الشيء عفو عن موجبه فظاہر الحديث يدل علىٰ أن الفعل المستكره عليه معفو عنه بالنسبة لمن باشره ولأن الحامل هو القاتل معنى وإن كان المباشر هو الذی قتل صورة اِذ المباشر كان آلة للحامل يحركه کما يشاء"[26]

امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک مجبور کرنے والے پر قصاص لازم آئے گا اور مجبور پر نہیں، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ "میری امت کے لوگوں سے خطاء اور نسیان اور وہ گناہ معاف کردئے گئے کہ جن پر ان کو مجبور کردیا گیا ہو وہ اس کے فاعل کی نسبت سے معاف ہے،اور چونکہ جبر کرنے والا ہی معنیً قاتل ہے کہ مجبور اس کے ہاتھ میں ایک بے بس آلہ کے طور پر تھا، اگرچہ ظاہری طور پر ارتکابِ قتل مجبور ہی نے کیا ہے۔

امام یوسف رحمہ اللہ کی رائے:

"ويرى أبو يوسف أن القصاص على الحامل ولا على المباشر لأن المكره مسبب للقتل ولا قصاص على متسبب وإذا لم يجب القصاص على الحامل فأولىٰ ان لا يجب على المباشر"[27]

امام ابویوسفؒ کی رائے یہ ہے کہ اکسانے والے (حامل) پر قصاص ہے اور نہ اس کے براہِ راست مرتکب (مباشر) پر کیونکہ جبر کرنے والا تو سبب ہے اور سبب بننے والے پر قصاص نہیں ہے تو مجبور پر بدرجہ اولیٰ نہیں ہونا چاہیے۔

قتل کا قصاص لینا امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک اس کی تفصیل الشرح الکبیر کی عبارت میں یوں لکھا ہوا ہے کہ

"عند المالک العاصب الذکر،فلا دخل فيه لزوج ولا لاخ لام،ويقدم الابن فابن الابن،ثم يليهم الاقرب فالاقرب من العصبة والجد والاخوة،سواء فی ولاية القصاص،ويعتبر كلاهما فی مرتبة الآخر۔وابناء الاخوة أقل مرتبة من الجد،لانه بمنزلة أبيهم،والمراد بالجد،الجد القريب فهو الذی يتساوى مع الاخوة فی الدرجة،أما الجد العالی فلا شان له مع الاخوة کما أن بنی الاخوة لا شأن لهم مع الجد القريب"[28]

امام مالکؒ کے نزدیک قصاص کا مستحق مذکر عَصبہ ہے۔ اس لئے شوہر، ماموں اور نانا کا دخل نہیں ہے، بلکہ ترتیب یہ ہوگی کہ پہلے بیٹا پھر پوتا پھر عَصبہ میں قریب ترین اور پھر دادا اور بھائی ولایت قصاص میں برابر ہیں۔ اور دونوں ایک درجے میں ہیں اور بھتیجے دادا کے بعد ہیں کیونکہ دادا باپ کے درجے میں ہے۔ اور دادا سے مراد قریب ترین جد ہے اور وہی درجے میں بھائیوں کے برابر ہے مگر جدِّ اعلیٰ بھائیوں کے برابر نہیں ہے، جیسا کہ بھتیجے بھی جدِّ قریب کے برابر نہیں ہیں۔

ائمہ ثلاثہ رحمھم اللہ فرماتے ہیں کہ:

"ويستحق القصاص عند أبي حنيفة والشافعی وأحمد الورثة الذين يرثون مال القتيل رجالاً و نساء

والا یشترط لاستحقافهم القصاص،أن یرثوا لوارثیه الذین کان یحتمل أن یرثوه لو ترک شیأ"[29]

امام ابو حنیفہؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک قصاص کے مستحق وہ تمام عورت اور مرد ورثاء ہیں جو مقتول کے مال کے وارث بنتے ہوں، اور اس میں یہ شرط نہیں ہے کہ عملاً وہ کسی شئے کے وارث بھی ہو گئے ہوں، بلکہ اگر مقتول کے ذمے اتنا قرض ہے کہ اس کے ادائیگی کے بعد اس کی میراث میں سے کچھ نہیں بچتا تو بھی اس کے وہ وارث، جو اگر وہ کچھ چھوڑتا تو اس میں حصہ پاتے، قصاص کے مستحق پائیں گے۔

قصاص لینے والے مستحقین کا تعدد:

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک قصاص کے مستحقین کا قصاص لینے کے وقت موجود ہونا ضروری ہے، اور موکل کو خود موجود ہونا چاہیے صرف وکیل کی موجودگی کافی نہیں۔ علامہ کاسانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

" إذا تعدد مستحقوا الاستیفاء فاما أن یکون جمیعهم کباراً واما أن یکون فیهم صغیر أو مجنون واما أن یکونوا جمیعاً حاضرین واما أن یکون بعضهم غائباً۔فاذا تعدد مستحقوا الاستیفاء وکانوا جمیعاً کباراً حاضرین، فالاصل أن لکل منهم ولایة استیفاء القصاص حتیٰ إذا قتله أحدهم صار القصاص مستوفی للجمیع،لان القصاص إن کان حق المیت کما یری أبو یوسف و محمد،فکل واحد من الورثة خصم فی استیفاء حق المیت کما هوا لحال فی المال،وإن کان القصاص حق الورثة ابتداء کما یری مالک وأبو حنیفة فکل من الورثة یملک حق القصاص علی الکمال،هذا هو الاصل،إلا أن الفقهاء یشترطون اتفاق مستحقی القصاص علیه قبل الاستیفاء،و حضورهم لاحتمال أن یعفو بعضهم،ولان العفو یسقط حق الاخرین فی القصاص"[30]۔

اگر استیفاء کے (قصاص لینے والے) مستحقین متعدّد ہوں، تو ان میں دو صورتیں تو یہ ہیں کہ سب موجود ہوں یا ان میں سے کوئی غیر موجود بھی ہو۔ اگر استیفاء قصاص کے مستحقین متعدد ہوں اور سب بڑے اور موجود ہوں تو ہر ایک قصاص لینے کا حق حاصل ہے اور اگر ان میں سے کوئی قاتل کو قتل کردے تو قصاص سب کی طرف سے پورا ہو گیا، چونکہ قصاص حق میت ہے۔ جیساکہ امام یوسفؒ اور امام محمدؒ کی رائے ہے۔ اس لئے تمام ورثاء حق میّت کو وصول کرنے میں ایک دوسرے کے مقابل ہیں جیساکہ مال میں ہیں اور اگر قصاص حق ورثاء ہو جیساکہ امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ کی رائے ہے تو ورثاء میں سے ہر ایک اس حق بر سبیلِ کمال مالک ہے۔ البتہ فقہاء یہ شرط عائد کرتے ہیں کہ قصاص کے تمام مستحقین کے لینے سے قبل متفق ہو جائیں اور وقتِ قصاص سب موجود ہوں کیونکہ معافی کا احتمال باقی ہے اور کسی ایک کے معاف کردینے سے تمام کا قصاص ساقط ہو جائے گا۔

اگر قصاص پر متفق ہونے سے قبل کسی ایک مستحق نے مجرم کو قتل کر دیا تو امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ کا مسلک یہ ہے کہ تمام مستحقین کا قصاص ادا ہو گیا کیونکہ اصول یہ ہے کہ ہر مستحق کو قصاص لینے کا اختیار حاصل ہے، اس لئے باقی ورثاء کو کوئی دیت نہیں ملے گی کیونکہ ان کے حق قصاص کی انہی میں سے ایک نے تکمیل کرلی ہے۔ اور یہ امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ کا اس نظریئے کی تطبیق ہے کہ قصاص عیناً واجب ہوتا ہے۔

البتہ قصاص لینے والے کو متعلقہ ادارے (امام) کے اختیار پر دست درازی کی تعزیری سزا دی جائے گی۔

"أما الشافعي و أحمد فيريان أن المبادر بالقصاص ممنوع من قتل الجانی لان بعض الجانی مستحق له،فاذا استوفي دون اتفاق فهو مستوف لحق غيره دون إذنه والراجح أنه لا يجب القصاص عليه بفعله"[31]

امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کی رائے یہ ہے کہ قصاص میں پہل کرنے والے مجرم کا قتل ممنوع ہے کیونکہ مجرم کے بعض حصے کا وہ مستحق نہیں ہے۔ اگر اس نے بغیر قصاص لے لیا تو گویا اس نے غیر کا حق بغیر اس کی اجازت کے لے لیا۔ اور راجح رائے یہ ہے کہ اس کے اس فعل پر قصاص نہیں ہے۔

نتائج البحث:

1. ہر حالت میں قتلِ عمد کی سزا قصاصاً قتل کردینا ہے، سوائے اس کے کوئی ایسا مانع (شرعی) موجود ہو جو حکم کے اجراء میں رکاوٹ بنے، تو اس وقت قصاص لینا ممتنع بن جائے گا۔
2. اگر باپ نے تادیباً نہیں مارا ہے اور ارادتاً قتل کیا ہے تو باپ سے قصاص لیا جائے گا۔ چنانچہ اگر باپ نے بیٹے کو لٹا کر ذبح کردیا، یا پیٹ چاک کردیا، یا اعضاء قطع کردیا تو یہ امر ثابت ہوگا کہ اس نے قتل کا ارادہ کیا ہے اور تادیباً قتل کرنے کا شبہ باقی نہیں رہا ہے۔ اس لئے اسے قصاصاً قتل کردیا جائے گا۔
3. مسلمان کو ذمیّ کے قصاص میں اور ذمیّ کو مسلمان کے قصاص میں قتل کیا جائے گا کیونکہ سزائے قصاص سے متعلق وارد ہونے والی نصوص عام ہیں۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حواشی و حوالہ جات

[1] ۔ الاسراء، الآیہ: 23

Al-Israa, Al Āyah: 23

[2] ۔ ابو عبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ القزوینی، الرسالۃ العالمیہ، 1407ھ ج2 ص 888

Abu Abdullah Muhammad bin Yazid bin Majah al-Qazwini, Al-Risalat al-Alamiya, 1407 AH, Vol: 2, P: 888

[3] ۔ ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، الطبعۃ الاولیٰ، 1991، دار الفکر بیروت لبنان، ج2، ص 288

Abu Abdullah Muhammad bin Ismail, Sahih al-Bukhari, 1991 AD, Dar al-Fikr, Beirut, Lebanon, Vol: 2, P: 288

[4] ۔ سنن ابن ماجہ ج2 ص 89

Sunan Ibn Majah Vol: 2 P: 89

[5] ۔ابنِ قدامہ، المغنی، مکتبۃ القاھرۃ، الطبعۃ الاولیٰ 1388ھ ج9، ص 361

Ibn-e-Qudama, Al-Mughni, Maktaba Al-Qashrah, Al-Tabbat Al-Awli 1388 AH, Vol: 9, P: 361

[6] ۔ایضاً، ص365

Also, P: 365

[7] ۔ محمد بن احمد بن عرفۃ الدسوقی، حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر، دار الفکر، ج4، ص215

Muhammad bin Ahmad bin Arafat al-Dusuqi, Hashiyat al-Dusuqi Ali al-Sharh al-Kabeer, Dar al-Fikr, Vol. 4, P: 215

[8] ۔بقرہ، الآیہ: 178

Baqarah, Al Āyah: 178

[9] ۔المغنی لابن قدامہ، ص377

Al-Mughni Li Ibn e Qudama, P: 377

[10] ۔القرطبیؒ، ج2ص، 248

Al-Qurtubi, Vol: 2 P: 248

[11] ۔ابو عبداللہ محمد بن محمد بن عبدالرحمٰن المالکی، مواھب الجلیل فی شرح مختصر الخلیل، دار الرضوان، 1431ھ ج6، ص236

Abu Abdullah Muhammad bin Muhammad bin Abd al-Rahman al-Maliki, Al-Mawahib al-Jalil fi Sharh Mukhtasar Al-Khalil, Dar al-Rizwan, 1431 AH, Vol: 6, P: 236

[12] ۔علاؤالدین ابو بکر بن مسعود بن احمد الکاسانی، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، بیروت دار الکتب العلمیہ، 1986ء، ج7، ص235

Alauddin Abu Bakr bin Masoud bin Ahmad al-Kasani, Badi' al-Sana'i fi shar'i al-Shariah, Bairut Dar al-Kitab Al-Ilamiya, 1986, Vol: 7, P: 235

[13] ۔سلیمان بن اشعث ابو داؤد، سنن ابی داود، المکتبۃ العصریہ، بیروت، 1414ھ ابو داؤد، ج2 ص301

Sulaiman Ibn Ash'ath Abu Dawood, Sunan Abi Dawood, Al-Muktab Al-Asriya, Beirut, 1414 AH Abu Dawood, Vol: 2, P: 301

[14] ۔ محمد بن عبدالرحمٰن المالکیؒ، مواہب الجلیل، دار الرضوان، 1431ھ جلد6، ص236

Muhammad bin Abd al-Rahman al-Maliki, Muahib al-Jalil, Dar al-Rizwan, 1431 AH, Vol: 6, P: 236

[15] ۔البقرۃ، الآیہ: 178

Baqarah, Al Āyah: 178

[16] ۔المائدۃ، الآیہ: 45

Al-Maida, Al Āyah: 45

[17] ۔الاسراء، الآیہ: 33

Al-Asra, Al Āyah: 33

[18] ۔ البقرہ، الآیہ: 179

Al-Baqarah, Al Āyah: 179

[19] ۔بدائع الصنائع ج7، ص133

Bada'i al-Sana'i, Vol: 7, P: 133

[20] ۔المغنی لابن قدامہ،ج9ص335

Al-Mughni Li Ibn e Qudama, Vol: 9, P: 335

[21] ۔ مواہب الجلیل،6ص242

Moahib al-Jalil, 6 P: 242

[22] ۔ مجلۃ القانون والاقتصاد، جامعۃ القاھرہ کلیۃ الحقوق،2019ء

Majallah al Qanoon wal Iqtisaad, Jaamiah al Qahirah Kuliyyah al Huqooq, 2019

[23] ۔المہذب،ج2،ص189

Al-Muhadhdhab, Vol: 2, P: 1

[24] ۔الشرح الکبیر،للدردیر،ج9ص341

Al-Sharh al-Kabeer, Lal Dardir, Vol: 9, P: 341

[25] ۔المغنی،ج9ص331

Al-Mughni, Vol: 9 P: 331

[26] ۔بدائع الصنائع،ج7ص179

Bada'i al-Sana'i, Vol: 7, P: 179

[27] ۔ایضاً

Ibid

[28] ۔الشرح الکبیر،للدردیر،ص227

Al-Sharh al-Kabeer, Laldar Dir, P: 227

[29] ۔المہذب،ج2ص196

Al-Muhadhdhab, Vol: 2, P: 196

[30] ۔بدائع الصنائع،ج243البحر الرائق ص30

Bada'i al-Sana'i, Vol: 243 Al-Bahr al-Raiq, P: 30

[31] ۔الشرح الکبیر،للدردیر،ج4ص212

Al-Sharh al-Kabeer, Laldardir, Vol: 4, P: 212